اک ایسی بھی فضائے لامکاں میں شمع ہے جس سے — یہ ظلمت خانۂ ہستی سراسر نور ہے ساقی
دلوں کے مندروں میں خاک شمع عشق روشن ہو — کہ تاریکی سے دنیائے خرد معمور ہے ساقی
یہ مانا کائناتِ رنگ و بو میں تیرے جلوے ہیں — تو پھر چشم تماشا بیں سے کیوں مستور ہے ساقی
منور بارشِ انوار سے کر کعبۂ دل کو — کہ یہ رشکِ فروغِ جلوۂ صد طور ہے ساقی

نہ ٹھکرا جان کر دیوانۂ مجذوب جوہر کو
کہ یہ اپنی صدی کا سرمدؔ و منصور ہے ساقی

جی چاہتا ہے

از جناب شعیب حزیں صاحب بی اے

کہانی سنانے کو جی چاہتا ہے — تمہیں بھی رُلانے کو جی چاہتا ہے
حجابات اٹھانے کو جی چاہتا ہے — نظر آزمانے کو جی چاہتا ہے
گرے برق میرے نشیمن سے بچکر — گلستاں جلانے کو جی چاہتا ہے
تمہیں یاد کر کے بہت خوش ہوئے ہیں — تمہیں بھول جانے کو جی چاہتا ہے
حسیں آنکھ میں چند آنسو ہیں لرزاں — یہ موتی چرانے کو جی چاہتا ہے
محبت دو عالم کا حاصل ہے مانا — محبت لٹانے کو جی چاہتا ہے
تمنا، تجلی، نگاہیں، نظارے — یہ جھگڑے مٹانے کو جی چاہتا ہے
بہت روز طوفاں کی موجوں سے کھیلے — بس اب ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے

انھیں میرے رونے سے شکوہ ہے شاید
حزیںؔ مسکرانے کو جی چاہتا ہے